ڈاکٹر محمد علی اثر

گولکنڈہ کی چند قدیم ترین مسجدیں

Golkunda is one of the important cities representing Muslim civilization and traces of this culture can be seen even today. In this article research based information has been collected about old mosques of this city and their historical significance is highlighted.

مسلمان سلاطین نے حیدرآباد دکن میں اس کثرت سے مسجدیں تعمیر کروائیں کہ ان کا شمار ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ سلاطین کے علاوہ حیدرآباد کے روساء، اُمراء اور صاحبِ ثروت حضرات نے اس شہر کے چپہ چپہ میں جہاں جہاں وہ رہتے بستے تھے وہاں وہاں مسجدیں بھی تعمیر کروائیں۔ اس مضمون میں ان سب مساجد کا احاطہ کرنا مشکل ہے، اس لیے ہم یہاں گولکنڈہ اور حیدرآباد کی چند قدیم ترین تاریخی مسجدوں کے تذکرے پر اِکتفا کرتے ہیں۔

قطب شاہی سلطنت کے قیام سے پہلے تلنگانہ کا علاقہ دکن کی بہمنی سلطنت کا ایک صوبہ تھا۔ بہمنی سلطنت کے زوال ۹۲۴ھ/ ۱۵۱۸ء کے بعد سلطان قلی قطب الملک نے، جو بہمنی حکومت کے دوران اس علاقہ کا گورنر تھا، اپنی خودمختاری کا اعلان کیا اور گولکنڈہ کے علاقہ پر قطب شاہی سلطنت کی ۹۲۴ھ/ ۱۵۱۸ء میں بنیاد ڈالی۔ سلطان قلی قطب الملک کی وفات کے بعد مزید سات بادشاہوں جمشید قلی، سبحان قلی، سلطان ابراہیم قطب شاہ، سلطان محمد قلی قطب شاہ، محمد قطب شاہ، سلطان عبداللہ قطب شاہ اور ابوالحسن تانا شاہ نے یکے بعد دیگرے کم وبیش ۱۷۰ سال تک گولکنڈہ کے علاقے پر حکمرانی کی۔

حیدرآباد دکن کی پہلی مسجد، مسجدِ صفا ہے، جسے سلطان قلی قطب الملک نے اس وقت بنوانا شروع کیا تھا جبکہ ابھی وہ بہمنی حکومت کے صوبہ تلنگانہ کا گورنر تھا۔ یہ مسجد ۹۲۴ھ مطابق ۱۵۱۸ء میں قلعہ گولکنڈہ کے بالا حصار پر تعمیر ہوئی۔ مآثر عالمگیری کے مؤلف کا بیان ہے کہ قلعۂ گولکنڈہ کا قدیم نام منگل تھا۔ ورنگل کے راجا دیوراؤ کے اسلاف نے اسے مٹی کی دیواروں سے بنایا تھا۔ محمد شاہ بہمنی کے دورِ حکومت (۱۳۷۵-۱۳۸۵ء) میں اس قلعہ کو ورنگل کے راجہ نے ایک عہد نامہ کے ذریعہ بہمنی سلطنت کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد یہ بہمنی حکومت کے اہم قلعہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ محمد شاہ کے بعد محمود شاہ بہمنی حکمران ہوا، اور اُس کے انتقال کے بعد علاء الدین، ولی اللہ اور کلیم اللہ بھی برائے نام بادشاہ بنے۔ آخر الذکر کے انتقال کے بعد جب اس مملکت کے دیگر صوبے خودمختار ہو گئے تو اسی سال ۹۲۴ھ میں تلنگانہ کے صوبیدار سلطان قلی نے بھی اپنی خودمختاری کا اعلان کر کے گولکنڈہ کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا۔ ۹۲۴ھ/ ۱۵۱۸ء نہ صرف سلطان قلی قطب الملک کی خودمختاری اور بنائے مملکت گولکنڈہ کا سال ہے، بلکہ یہی سال تعمیر مسجدِ صفا کا بھی ہے۔ اس مسجد کا دوسرا نام جامع مسجد قلعہ ہے۔ مسجد کے دروازے پر دو فٹ ۱۰ انچ طویل اور ایک فٹ ۱۳ انچ عریض سنگ سیاہ کی تختی پر خط نسخ میں درج ذیل طغرہ نصب کیا گیا ہے:

۱۔ **بناء هذا المسجد الجامع فی زمان السلطان الاعظم المتوکل علی اللّٰه الغنی ابی المعازی محمود شاه ابن محمد شاه البهمنی**

۲۔ **خلد اللّٰه ملکه و سلطانه و بانیة المبتهل الی اللّٰه مالک الملک سلطان فی المخاطب به قطب الملک فی سنه اربع و عشرین تسعمایة**

(مآثر دکن، سیّد علی اصغر بلگرامی، ص۷۵)

دوسرے کتبے کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ سلطان قلی نے یہ مسجد تلنگانہ کے صوبہ دار کی حیثیت سے تعمیر کروائی تھی۔ لیکن کتبہ بادشاہ کی خودمختاری کے اعلان کے بعد اسی سنہ میں نصب کیا گیا۔ ایک بڑے دالان، چار درّوں اور پانچ کمانوں پر مشتمل اس مسجد کی تعمیر میں ہندایرانی طرزِ تعمیر کی جھلک نمایاں ہے۔ مسجد صفا کی تعمیر کے تقریباً ۲۵ برس بعد سلطان قلی قطب الملک کے فرزند شہزادہ جمشید قلی نے اپنے ایک ہمدرد قلعہ دار میر محمد ہمدانی کے ذریعے ۹۵۰ھ میں بعمر ۹۹ سال نمازِ عصر کے دوران بہ حالت سجدہ اپنے والد کو شہید کروایا۔

ڈاکٹر کلیم اللہ کے مطابق بالا حصار کی مسجد صفا کے بعد حیدرآباد دکن کی دوسری قدیم ترین مسجد، مسجدِ مصطفیٰ خان قلعہ گولکنڈہ ہے۔ اس مسجد کو چوتھے قطب شاہی حکمران ابراہیم قطب شاہ نے ۹۶۰ھ مطابق ۱۵۶۱ء میں تعمیر کر کے اپنے قابل وزیر مصطفیٰ خاں کے نام سے موسوم کر دیا تھا۔ حیدرآباد شہر میں مکہ مسجد سے پہلے تعمیر کی گئی یہ سنگ بستہ مسجد ہے، جو ایک اونچے چبوترے پر بنوائی گئی ہے۔ مسجد کا Prayer Hall (نماز گاہ) اور صحن دونوں کا طول و عرض ۱۳۰×۱۲۰ فٹ ہے۔ مسجد نہایت خوبصورت اور مضبوط ہے۔ اس کے صحن میں ۳ قبریں ہیں، جن میں سے دو پر کتبات نصب کیے گئے ہیں۔ یہ دو قبریں مصطفیٰ خاں وزیر کے بیٹوں کی ہیں۔ تیسری قبر مصطفیٰ خاں نے خود اپنے لیے بنوائی تھی، جس پر کوئی کتبہ نصب نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی بنوائی ہوئی قبر میں دفن نہ ہو سکا، کیونکہ اس نے ابراہیم قطب شاہ سے دغابازی کرتے ہوئے جنگ بانی ہتی کے بعد قلعہ مدگل کی چابیاں سلطان علی عادل شاہ کے معتمد خاص کو دے دی تھیں۔ جب سلطان کو اس بات کا پتہ چلا تو اس نے مصطفیٰ خاں کو معطل کر کے سزائے موت کا حکم صادر کر دیا۔ لیکن بعد میں امرائے سلطنت کی سفارش پر سزائے موت کے احکام کو منسوخ کر کے ہلکی سزائیں تجویز کیں، اور مصطفیٰ خاں کو حج بیت اللہ جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ حج کا بہانہ بنا کر کے وہ بیجاپور روانہ ہوا، جہاں علی عادل شاہ نے اس کو اپنا میر جملہ مقرر کر دیا۔ جب ایک بار ملابار کے جنگلوں میں لٹیروں نے مسافروں کو قتل کرنا اور لوٹنا شروع کر دیا تو عادل شاہ نے ان کی سرکوبی کے لیے میر جملہ کو بھیجا۔ چنانچہ ایک جمعیت کے ساتھ ملابار کے جنگلوں میں جب وہ لٹیروں کی تلاش میں سرگرداں تھا تو لٹیروں نے تاک لگا کر مصطفیٰ خاں کو قتل کر دیا۔ اس طرح اس مسجد کے صحن میں موجود تیسری قبر خالی رہ گئی۔

مسجد ملا خیالی کی دریافت کا سہرا ڈاکٹر زور کے سر ہے۔ اس مسجد کو ابراہیم قطب شاہ کے عہد (۹۵۷ھ/ ۱۵۵۰ء-۹۸۸ھ/ ۱۵۸۰ء) کے ایک استادِ سخن ملا خیالی نے بنوایا تھا۔ ملا خیالی کا تذکرہ گولکنڈہ کے بلند پایہ شاعر ابن نشاطی نے ایک استادِ سخن کی حیثیت سے اپنی مثنوی ''پھول بن'' میں کیا ہے۔ ملا خیالی کی ایک غزل ڈاکٹر جمیل جالبی نے دریافت کر کے اپنی کتاب ''دیوانِ حسن شوقی'' کے علاوہ ''تاریخِ ادبِ اُردو'' کی پہلی جلد بھی شائع کی ہے۔ بقول ڈاکٹر زور خیالی اس قدر مالدار شاعر تھا، جس نے گولکنڈہ کے قلعہ کے قریب ۹۷۷ھ میں ایک عالیشان دومنزلہ مسجد تعمیر کروائی۔ اس مسجد کے بارے میں ڈاکٹر زور نے ایک تعارفی مضمون ''ماہنامہ سب رس'' حیدرآباد بابتہ اگست ۱۹۲۹ء میں شائع کیا تھا۔ انہوں نے مسجد خیالی کی تصویر اپنی کتاب ''حیدر آباد فرخندہ بنیاد'' میں شائع کی ہے۔ اس مسجد اور اس کے کتبے کی دریافت کی تفصیل ڈاکٹر زور ہی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجیے:

> ''اس مسجد میں یوں تو کئی کتبے اندر کی دیوار اور محراب میں موجود ہیں، لیکن دروازے پر جو کتبہ تھا، وہ مرورِ ایام اور ابناءِ سلف کی بے پروائی کی وجہ سے ٹوٹ کر گر پڑا ہے۔ راقم نے اس کتبہ کو پڑھنے کی کوشش کی تو معلوم کر کے حیران رہ گیا کہ یہ مسجد جہاں سے بیسیوں بار گزر چکا ہوں، اُردو ہی کے ایک قدیم شاعر اور خدمت گزار نے بنائی تھی۔ میں اس کتبے کو ذیل میں نقل کرتا ہوں اور اس کے دوسرے کتبہ اور خود مسجد کی تصویریں اور دوسری خصوصیتیں وغیرہ شعبۂ شعراو مصنفینِ دکن کی مشترکہ کوششوں سے منظرِ عام پر آسکیں گی۔

منت یزداں کہ در دوران شاہ دین پناہ
قطب عالم شاہ ابراہیم آں نیکو سرشت
کردہ ایں مسجد بنا ملا خیالی کز شرف
می سرفرکارند حوران بہشتی سنگ و خشت
رکنے از جنت برائے پیش آمد با خدا
از برائے آں بود تاریخ او ''رکن بہشت''
۹۷۷ھ (۱۵۷۰ء)

اس قطعہ تاریخ کی روشنی میں جناب رضا علی خاں اور ڈاکٹر کلیم اللہ (قطب شاہیہ دَور کی مساجد، قسط چہارم) کی بتائی ہوئی تاریخ تعمیر مسجد ۱۵۸۰ء کی تغلیط ہو جاتی ہے۔ اور اس کے علاوہ جناب موہن پرشاد (۴۰۰ سالہ قدیم قطب شاہی مسجدیں سیاست، ۲۳-۱۲-۲۰۰۳) کا دریافت کردہ تاریخی نام ''دکن بہشت را'' (۹۷۷ھ) بھی محل نظر ہو جاتا ہے۔ اس طرح ملا خیالی کی مسجد ۱۵۸۰ء میں نہیں، بلکہ ۱۵۷۷ء میں ابراہیم قلی قطب شاہ کی وفات سے تین سال قبل تعمیر کی گئی۔ ملا خیالی کی مسجد ۱۰ فٹ اونچی کرسی پر بنوائی گئی ہے۔ جس میں تین خوبصورت وارنڈے ہیں۔ اس کی چھت کو پانچ کمانیں سہارا دیے ہوئے ہیں۔ شمالی اور جنوبی جانب چار کمانیں بنوائی گئی ہیں۔ مسجد کے وارنڈے میں بیٹھ کر ہتھیاں کے درخت کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اس درخت کی سونڈھ کی مانند ٹہنی ۸۸ فٹ لمبی تھی۔ مسجد خیالی کی عمارت نہایت خوبصورت ہے۔ اس کے Prayer Hall اور صحن کا طول وعرض ۳۲×۱۴ فٹ ہے۔ اندر تین کمانیں کافی چوڑی ہیں۔ عمارت کی چھت کو چھوٹی چھوٹی کمانیں سہارا دیے ہوئے ہیں، جن کی تعمیر مغلیہ طرز کی ہے۔ مغربی جانب محراب کے اوپری حصے میں پنجتین کے نام عمدہ طغرے کی وضع میں بنائے گئے ہیں۔ محراب میں نصب کتبے میں چند عبارتیں درج ہیں۔ اس کتبے کے اوپر ایک اور کتبہ خوبصورت نیلے اور زرد رنگ کے ٹائیلوں سے آرائش کردہ ہیں۔ محراب میں نصب فارسی کتبے کی منظوم عبارت ابراہیم عادل شاہ کے عہد کے مشہور خطاط محمد بن سیّد صدر الدین کی خط ثلث میں لکھی ہوئی ہے۔ بقول موہن پرشاد مسجد کے اندرونی حصے میں رنگین نقش ونگار بنائے گئے ہیں، جن کے آثار حال تک باقی تھے۔

حیدرآباد کی قدیم ترین تیسری مسجد بالا حصار کی سیڑھیوں سے متصل ہے۔ ڈاکٹر زور کے بیان کے مطابق یہ مسجد ابراہیم قطب شاہ (۹۳۶-۹۸۸ء) کی بناء کردہ ہے۔ اس مسجد کا کوئی کتبہ نہیں، جس سے تاریخ تعمیر کا علم ہو سکے۔ لیکن اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ یہ مسجد سلطان ابراہیم قطب شاہ کی وفات، یعنی ۹۸۸ھ سے قبل وجود میں آ چکی تھی۔ (سیر گولکنڈہ، ص ۸)

اب تک ہم نے جن مساجد کا تذکرہ کیا ہے، وہ سب کی سب قلعہ گولکنڈہ کے قرب وجوار میں واقع ہیں۔ اب ہم جس مسجد کا ذکر کر رہے ہیں، وہ شہر حیدرآباد کے بیچوں بیچ تعمیر کروائی گئی۔ مشہور ومعروف عمارت چار مینار کی دوسری منزل پر ہے۔ مسجد چار مینار قطب شاہی دور کی پانچویں اور شہر حیدرآباد کی بنیاد رکھنے کے بعد عہد سلطان محمد قلی قطب شاہ کی پہلی مسجد ہے۔ چار مینار کی تعمیر ۹۹۹ھ میں شروع ہوئی اور ۱۰۰۰ھ میں اختتام کو پہنچی۔ یہ بلند وبالا عمارت بیک نظر مسجد اور تعزیئے کا نظارہ پیش کرتی ہے۔ چار مینار قلب شہر میں ایک مربع نما عمارت کی شکل میں بنوایا گیا ہے، جس کے چاروں جانب چار سیدھی سڑکیں اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ یہ شہر اور شہروں کی طرح خودساختہ نہیں، بلکہ اسے ایک منصوبہ بند طریقے سے بنوایا گیا تھا۔ چار مینار کے چار گوشوں پر چار اسمات کی مناسبت سے چار بلند مینار بنوائے گئے ہیں۔ ہر مینار کا ارتفاع ۸۰ فٹ ہے۔ ساری عمارت گچ اور پتھر کی ہے، جس پر خوشنما اور دیدہ زیب نقش ونگار، ناظرین کی توجہ کو منعطف کر لیتے ہیں۔ چاروں میناروں کی بلندی سطح زمین سے ۱۶۰ فٹ ہے۔ قطب شاہی عہد میں اس کی پہلی منزل پر مدرسہ اور دار الاقامہ تھا اور دوسری منزل پر مسجد موجود ہے۔[۴۲۰]

سال گزرنے کے باوجود آج بھی یہ عمارت اچھی حالت میں ہے اور حیدرآباد کے نشانِ امتیاز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس عظیم الشان اور خوبصورت عمارت کا نقشہ (Model) بنانے کے سلسلہ میں محمد قلی نے پیشوائے سلطنت حضرت میر مومن سے مشورے کے بعد ایران سے تین مشہور معماروں میر ابوطالب، کمال الدین شیرازی اور شہریار جہاں کو حیدرآباد بلوایا تھا۔ جنھوں نے چار مینار کا نقشہ اور ماڈل تیار کر کے حضرت برموس استرآبادی سے منظوری حاصل کی۔ حضرت میر مومن نے چار مینار پر ایک مسجد کی تعمیر کا مشورہ دیا تھا۔ ڈاکٹر ایم اے نعیم کے بیان کے مطابق مسجد چار مینار قطب شاہی دور کی ساری مسجدوں میں سب سے حسین مسجد ہے۔ اس میں نہایت نادر طرز کی پانچ دوہری کمانیں بنائی گئی ہیں۔ ہر کمان Pointed ہونے کے ساتھ ساتھ Cusped بھی ہے۔ اس طرح کی کمانیں کسی دوسری عمارتوں میں نظر نہیں آتیں۔ یہ مسجد اپنی نوعیت کی سارے جنوبی ہندوستان میں واحد ہے۔ مسجد چار مینار کے اندرونی حصے میں ۴۵ مصلّوں کی گنجائش ہے۔ اس کے علاوہ صحن میں بھی نمازِ جمعہ کے لیے کافی جگہ موجود ہے۔ ابتداء میں سلطان محمد قلی قطب شاہ اس مسجد میں نماز کی ادائیگی کے لیے آیا کرتا تھا۔ لیکن ضعیف افراد کو نماز کے لیے اتنی اوپر جانا دشوار تھا، اسی لیے سلطان محمد قلی قطب شاہ نے جامع مسجد حیدرآباد کی تعمیر کا حکم دیا۔

جامع مسجد حیدرآباد کی تعمیر سے پہلے مسجد ساجدہ بیگم ۱۰۰۸ھ محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں تعمیر ہوئی۔ یہ مسجد مکہ مسجد کے جنوب میں مغل پورہ کمان سے متصل ہے۔ اس مسجد کا باب الداخلہ منہدم ہو گیا ہے، جس سے تاریخ تعمیر کا علم ہو سکتا تھا۔ اس کے کتبے پر عربی میں حکمران وقت سلطان محمد قلی قطب شاہ اور کسی دلیر خان کا نام کندہ ہے۔ مکہ مسجد کے مقابل اور نظامیہ طبیہ کالج سے متصل مغل پورہ روڈ پر ۱۰۰۲ھ میں ایک خوبصورت مسجد تعمیر کی گئی، جو بیگم کی مسجد کے نام سے شہرت رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ مسجد دارالشفاء کی تعمیر ۱۰۰۴ھ میں عمل میں آئی۔

جامع مسجد بلدہ حیدرآباد چار مینار کے مقابل شمالی سمت پر واقع ہے۔ اس عالیشان اور خوشنما مسجد کو ۱۰۰۶ھ/ ۱۵۹۷ء میں محمد قلی قطب شاہ نے میر جملہ امیر الملک الف خاں بہادر کے زیرِ اہتمام تعمیر کروایا تھا۔ مسجد ساجدہ بیگم جامع مسجد حیدرآباد کی تعمیر کے دو سال بعد ۱۰۰۸ھ/ ۱۵۹۹ء میں بنوائی گئی۔ یہ مسجد مکہ مسجد کے جنوب میں مغل پورہ کمان سے متصل ہے۔ میر محمد مومن پیشوائے سلطنت گولکنڈہ نے حیدرآباد میں ایک مسجد ۱۶۰۵ء میں تعمیر کروائی۔ ۱۶۱۰ء میں سلطان محمد قلی نے میر صاحب (میر محمد مومن) کے نام سے ایک خوبصورت مسجد میر پیٹ میں تعمیر کروائی، جو حیدرآباد کے جنوب مغرب میں آٹھ کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنی وفات سے دو سال قبل ۱۶۱۰ء میں مسجد شکر اللہ گوڑا واقع امیر پیٹ سوادِ کوہ مولا بھی تعمیر کروائی۔ محمد قلی کے دَور کی ایک اور بے مثال مسجد، مسجد مشیر آباد ہے، جس کی تعمیر کا آغاز عہد ابراہیم قطب شاہ کے آخری ایام میں حسین ساگر جھیل کے مشرقی جانب (موجودہ محلّہ مشیر آباد) ۹۸۶ھ/ ۱۵۸۰ء میں ہوا تھا۔ لیکن اس کی تکمیل محمد قلی کی وفات سے پہلے ایک سال قبل ۱۰۱۱ھ میں ہوئی۔ جامع عثمانیہ کے زنانہ کالج کوٹھی کے احاطے میں موجود مسجد ''مسجد سیفی'' بھی عہد سلطان محمد قلی (۹۸۶ھ-۱۰۲۰ھ) کی یادگار ہے۔

قطب شاہی دَور میں تعمیر کیے گئے بیشمار شاہی محلات اور دیگر خوبصورت بلند و بالا عمارتیں تو شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کی افواج نے تباہ و تاراج کر دیں، البتہ مسجدیں آج تک باقی رہ گئیں۔ کہا جاتا ہے کہ اورنگزیب نے چار مینار کو بھی نیست و نابود کر دینے کا حکم دیا تھا، لیکن جب اسے بتایا گیا کہ اس کی دوسری منزل پر ایک مسجد ہے تو اس نے اسے باقی رکھا۔ قطب شاہوں نے بیشمار مساجد تعمیر کروائیں۔ خاص طور سے قطب شاہی مقابر میں تقریباً ہر مقبرہ کے ساتھ ایک مسجد ضرور بنوائی گئی ہے۔ بقول ڈاکٹر کلیم اللہ ''دنیا میں شاید ہی کسی ایک جگہ اتنی ساری مساجد ہوں، جتنی کہ قطب شاہی گنبدوں میں ہیں۔